

Izzat Ki Khatar

[اچھا کے دو بیٹے تھے جبکہ اکلوتی بیٹی ماہ پارہ مجھ سے دو برس چھوٹی تھی۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ ہم دونوں کی طبیعت ایک جیسی تھی۔ ہم میں بھی ہمارے والدین کی طرح ایس میں بہت پیار و محبت تھا۔ کوئی بات ایک دوسرے سے نہیں چھپاتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ایف ایس سی کر رہی تھی اور منزہ میٹرک میں تھی۔ ایک لڑکا بار بار ہمارے گھر فون کرتا اور مجھ سے بات کرنے کی کوشش کرتا۔ اکثر میں فون بند کر دیتی اور کبھی کبھار بات کر لیا کرتی اور کہتی کہ تم غلط جگہ فون کرتے ہو۔ میں تم سے بات نہیں کر سکتی۔ جمعہ کا دن تھا۔ والد چچا اور میرے بھائی وغیرہ سب شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے۔ منزہ میرے ساتھ بیٹھی تھی، میری والدہ چچی کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ میں منزہ سے اس لڑکے کا ذکر کر رہی تھی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی، منزہ بولی۔ ائمہ تم فون اٹھاؤ۔ میں اس سے بات کرتی ہوں اور اس کو سمجھاتی ہوں کہ وہ آئندہ یہاں فون نہ کرے۔ منزہ نے اس سے بات کی مگر اس کی باتوں نے اس پر ایسا جادو کیا کہ وہ دو گھنٹے تک باتیں کرتی چلی گئی اور اس کو اپنا نمبر بھی دے دیا۔ پہلی گفتگو میں ہی منزہ نے اپنے بارے اس کو سب کچھ بتا دیا اور وہ صرف یہی معلوم کر سکی کہ لڑکے کا نام معظم ہے۔ اس دن کے بعد ان کے درمیان فون کالز کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ وہ اکثر رات کو فون کرتا، جب سب سو چکے ہوتے، منزہ فون اپنے کمرے میں لے جاتی اور صبح تک اس کے ساتھ باتوں میں مشغول رہتی۔ میں نے کئی مرتبہ اسے منع بھی کیا اور کہا کہ اگر یہ لڑکا واقعی تم سے محبت کرتا ہے، تو اپنی امی کو رشتے کے لئے بھیجے۔ تبھی میری کزن نے جواب دیا۔ یہ تو بعد کی بات ہے پہلے میں لڑکے سے مل تو لوں، پتا تو چلے کتنے پانی میں ہے۔ اور ہمارے والدین کافی آزاد خیال ہیں اور یہ شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ اس شہر میں واحد لڑکی میں ہی تھی جو گاڑی چلایا کرتی تھی۔ ایک دن منزہ\xa0 نے معظم کو ایک جگہ ملنے کے لئے بلایا۔ میں اور وہ گاڑی پر اس جگہ پہنچ گئے۔ ہم وہاں کافی دیر ٹھہرے مگر وہ نہ آیا۔ جب ہم واپس جانے لگے تو میں نے دیکھا کہ ایک گاڑی ہمارا تعاقب کر رہی ہے کبھی وہ آگے نکل جاتا بھی ہم۔ گاڑی ایک خوبصورت نوجوان چلا رہا تھا۔ ہم نے جان لیا کہ یہی معظم ہے۔ اس مختصر ملاقات میں منزہ اور معظم کی کوئی بات نہ ہو سکی مگر تعارف ہو گیا تو اس کے بعد ان کی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب شام کو منزہ کے والد اور بھائی ٹینس کھیلنے جاتے تو وہ مجھ سے ملنے کا بہانہ بنا کر ہمارے گھر آجاتی اور وہاں سے معظم کے ساتھ چلی جاتی۔ کچھ عرصہ بعد اس نے مجھ بتایا کہ معظم اس سے ملنے گھر آتا ہے۔ ہوتا یوں تھا کہ جب سب گھر والے سو جاتے تو وہ مین گیٹ کھول دیتی۔ وہ اندر آجاتا اور یہ لوگ ساری رات باتیں کیا کرتے، کبھی وہ باہر آجاتی اور معظم اسے ساتھ لے جاتا۔ وہ اسے اپنے گھر لے جاتا تھا۔ اس واقعے سے مجھے شدید رنج ہوا۔ میں نے اپنی دلار می کزن کو سمجھایا کہ اب تم نے لڑکا تو دیکھ لیا ہے اور اس کو پسند کر چکی ہو۔ یہی وقت ہے کہ والدین کو سب کچھ بتادو۔ اس سے پہلے کہ انہیں پتا چل جائے یا کوئی حادثہ پیش آجائے۔ وہ ہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک رات حسب معمول انہوں نے ملنا تھا۔ بارہ بجے کے قریب منزہ باہر آگئی۔ کچھ دیر بعد وہ بھی پہنچ گیا۔ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر لمبی ڈرائیو پر نکل گئے۔ رات ڈھائی بجے جب یہ لوگ واپس آ رہے تھے تو منزہ نے دیکھا کہ اس کے گھر کے قریب والد و بھائی سب کھڑے ہیں۔ اس نے معظم سے کہا تم مجھے کو یہیں اتار دو۔ جب وہ گھر پہنچی تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ سب گھر والے اسے ڈھونڈ رہے تھے۔\xa0\xa0\xa0 اصل منزہ کی امی رات کو پانی پینے کے لئے اٹھیں تو بیٹی کے کمرے کی طرف بھی چلی تھیں اور جب منزہ کو غائب پایا تو پریشان ہو کر سب کو جگادیا۔ منزہ نے بہانہ بنایا کہ طبیعت ٹھیک نہیں تھی بہت گھٹن ہو رہی تھی۔ گھڑی پر نظر ڈالی اور بس ”واک“ کو نکل گئی۔ میرے چچا کافی سمجھ دار آدمی ہیں۔ انہوں نے اس وقت جھگڑا کرنا مناسب خیال نہیں کیا لیکن بیٹی کی گھبرائی ہوئی حالت سے بہت کچھ سمجھ گئے۔ اگلے دن اس کی والدہ\xa0 نے کافی پوچھا کہ وہ کون ہے جس سے تم ملتی ہو؟ پتا دو تا کہ تمہارا باپ اس کے گھر والوں سے بات کر سکے۔ منزہ نے کچھ نہیں بتایا اور اس کی وجہ معظم تھا۔ اس نے منزہ کو منع کر رکھا تھا کہ جب تک میں ایف ایس سی نہ کر لوں کسی کو کچھ نہ بتانا، ورنہ زمانہ ہمارے بیچ دیوار بن جائے گا۔ وہ اس کی باتوں میں آ گئی۔ کچھ دن گزرے کہ پھر ایک اور واقعہ ہوا۔ معظم نے منزہ کو فون کیا کہ تم سے ملنے کو بہت جی چاہ رہا ہے۔ میں رات کو ملنے آؤں گا مگر رات کا انتظار کئے بغیر شام ہی کو ہمارے گھروں کی طرف آگیا۔ ہم سب لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جب معظم نے دیکھا کہ سب باہر لان میں بیٹھے ہیں تو پچھلی جانب سے دیوار پھلانگ کر اندر آگیا اور چھت پر چڑھ کر منزہ کے اندر آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اگر میری کزن کو علم ہوتا کہ معظم آیا ہوا ہے تو وہ بھی چلی جاتی اور اسے اپنے کمرے میں لے جا کر چھپا دیتی۔ اچانک اس کے بھائی کی نظر چھت پر پڑ گئی۔ چور سمجھ کر فوراً دوڑے اور پستول نکال لائے۔ وہ اسی سمت اوپر گئے جہاں معظم کو دیکھا تھا۔ اس نے چھت پر سے پھلانگ لگائی اور بھاگ گیا۔ چچا سمجھ گئے کہ شام سات بجے کون چور ہو سکتا ہے؟ اس واقعے کے بعد سے ہمارا خود گاڑی ڈرائیو کرنا بند ہو گیا اور فون بھی ہماری دسترس سے دور کر دیئے گئے۔ وہ پھر بھی کسی نہ کسی طریقے سے معظم کے ساتھ رابطہ کر لیتی اور وہ رات کو ہمارے گھر آجاتا تھا۔ بتاتی چلوں کہ ہم مالدار، معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ والد کے تین بھائی کراچی اور اسلام آباد میں رہتے تھے جبکہ چچا ہمارے ساتھ رہتے تھے۔ بڑا سا ہمارا مکان دو حصوں میں ایک دیوار کے ذریعہ تقسیم تھا لیکن دیوار میں بھی ہم لڑکیوں کے آنے جانے کی خاطر دروازہ لگادیا گیا تھا۔ اس وجہ سے میں اور منزہ جب چاہے ایک دوسرے کے گھر آ جا سکتی تھیں۔ ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ وہ منزہ کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز\xa0 آئی۔ اس نے فوراً اپنے اوپر چادر ڈال لی اور سوتا بن گیا۔ چچاجان اندر آگئے ادھر ادھر دیکھا۔ ان کی نظر پلنگ پر پڑی چادر پر نہ گئی کہ اس پر کوئی ہے۔ انہوں نے دروازہ بند کیا اور واپس چلے گئے۔ معظم نے ایک غلطی یہ بھی کہ منزہ کے بارے اپنے ایک دوست کو سب باتیں بتاتا رہا۔ اس لڑکے کا دیگر غلط قسم کے لڑکوں سے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ ان آوارہ مزاج لڑکوں نے تمام واقعات دوسرے اپنے قماش کے لڑکوں کو بتائے یہاں تک کہ معظم اور منزہ کے درمیان جو گفتگو بھی ہوتی وہ بھی وہ دوسرے لڑکوں تک پہنچتی رہتی، یوں میری کزن سارے شہر میں بد نام ہو گئی۔ اس کے چرچے گلی گلی ہونے لگے اور لڑکوں نے منزہ کو فون کر کے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اُن دن ہمارے گھر میں بھی رنگ نمبر آنے شروع ہو گئے۔ اس طرح یہ تمام باتیں محلے کے ایک لڑکے کے ذریعہ منزہ کے بھائی کے کانوں تک پہنچ گئیں۔ جب اس کے بھائیوں کو علم ہوا تو گھر آکر انہوں نے بہن کو بہت مارا اور پستول نکال کر اس کو شوٹ کرنے لگے، تب چچی رو کر بیٹی کی زندگی کی بھیک مانگنے لگیں۔ سارے بھائی اب معظم کے خون کے پیاسے تھے۔ اس کے پیچھے بھی گئے لیکن نہ ڈھونڈ سکے

پر سخت پابندیاں لگ کیونکہ وہ تو ایسا غائب ہوا کہ اس کے گھر والوں کو بھی پتا نہ چل سکا کہ کہاں چلا گیا ہے۔ منزہ گئیں، اس کا گھر سے نکلنا بھی بند کر دیا گیا۔ اب اس کو کہیں آنے جانے کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ وہ اب میرے گھر بھی نہیں آسکتی تھی۔ وہ ایک قیدی کی مانند تھی۔ تمام وقت اپنے کمرے میں بند رہتی۔ مجھ کو اس پر ترس بھی آتا تھا۔ کہاں اتنی آزادی سے جی رہی تھی اور کہاں اب کھلے آسمان کے لئے ترس رہی تھی۔ تین ماہ بعد معظم کی والدہ اچانک ہمارے چچا کے گھر کا رشتہ لینے آگئیں۔ چچا جان پہلے ہی بیہرے ہوئے تھے۔ ان کا غصہ برحق تھا کہ پہلے تو ہمیں سارے شہر میں بد نام کر دیا اور اب رشتہ لینے آگئے۔ اگر رشتہ ہی لینا تھا تو پہلے آئے، بہر حال چچانے صاف انکار کر دیا۔ یہ بھی کہا کہ معظم کو کہیں اور بھیج دو۔ ہمیں ہمارے محلے میں دکھائی دے گیا تو میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکوں گا اور کچھ کر بیٹھوں گا۔ معظم کی ماں ڈکھی ہو کر روتی دھوتی چلی گئی۔ ادھر منزہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور بیمار پڑ گئی۔ چاچی اسے کبھی غصے سے اور کبھی پیار سے سمجھاتے مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ اس کے سر پر ابھی تک عشق کا بھوت سوار تھا۔ ادھر اس کے بھائی مسلسل معظم کو دھمکیاں بھیج رہے تھے کہ یہ شہر چھوڑ کر کہیں چلے جانو ورنہ ہم تم کو ختم کر دیں گے۔ بالآخر وہ اپنا شہر چھوڑ کر کراچی چلا گیا۔ حالات وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ درست ہونا شروع ہو گئے۔ دو سال کا عرصہ بیت گیا۔ معظم کے گھر والوں نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ مزید تعلیم کے لئے بیرون ملک چلا گیا ہے۔ ہم اپنے ایک چچازاد بھائی کی شادی کے سلسلے میں کراچی گئے تھے۔ وہاں بازار میں منزہ کو معظم مل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہماری نظروں سے گم ہو گئے۔ جب ہم گھر گئے تو چچا جان نے خوب ڈانٹا۔ کافی پریشانی تھی۔ ہم دودن تک کو ڈھونڈتے رہے مگر کراچی جیسے شہر میں وہ ہمیں کہاں مل سکتی تھی۔ تیسرے دن وہ خود ہی آگئی اور چچا کو تھاما۔ بہت سمجھا بچھا کر راضی کیا کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔ لڑکی نے اپنی مرضی کر لی ہے۔ اب عزت سے رخصتی کرو۔ اس میں سارے خاندان کی بھلائی ہے۔ ہمارے یہ تایا ابو کراچی میں رہتے تھے۔ انہوں نے چچا سے وعدہ کیا کہ گھر جا کر منزہ کو کچھ مت کہنا بلکہ اس کی رخصتی کی تیاری کرنا۔ جب ہم گھر واپس آگئے تو مجبوراً چچا کو اپنی عزت بچانے کی خاطر ان کی دوبارہ شادی کرنی پڑی اور برادری کو بلا کر باقاعدہ درخصت کیا تا کہ لوگ باتیں نہ بنائیں، یوں وہ جس لڑکے کے خون کے پیاسے تھے وہ انہی کے ہاتھوں سے ان کی بیٹی لے گیا۔ منزہ کی شادی تو ہو گئی اور اس شادی کو میں برس بھی گزر گئے مگر اس کے بعد باپ اور بھائیوں نے اس سے کوئی ناتا نہ رکھا۔ محلے میں برے لڑکوں نے البتہ جو باتیں پھیلانیں، اس کا اثر مجھ پر بھی ہوا کہ ہم رہتے تو ایک ہی گھر میں تھے اور میں بھی اسی خاندان سے تھی لہذا اس کے بعد (xao) میرا رشتہ کوئی نہ آیا۔ میں سوچتی تھی کہ اس تمام قصے میں بھلا میرا کیا قصور تھا؟ میں تو اس کو سمجھایا کرتی تھی کہ منزہ باز آجائو اور والدین کو بتا دو۔ کم از کم ماں کو ہی آگاہ کر دو مگر وہ نہ مانتی تھی۔ منزہ نے نہ صرف اپنی زندگی خراب کی بلکہ میرا مستقبل بھی خاک میں ملا دیا۔ ہم جس چھوٹے سے شہر میں رہتے تھے وہاں سب ایک دوسرے کو جانتے تھے اسی سبب اب لوگ مجھے بھی اس جیسا سمجھتے تھے۔ بالآخر اسلام آباد والے چچا کو خیال آیا کہ جب تک ائمہ وہاں ہے، اس کی شادی کسی اچھے گھرانے میں ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے والد صاحب کو سمجھایا اور زمین بکوا کر ان کو اسلام آباد شفٹ کیا۔ یہاں چچا کے ایک پڑوسی کی بیگم کی نظر مجھ پر پڑی تو بار بار ان کا آنا جانا ہونے لگا اور انہوں نے اپنے لڑکے کے لئے میرا رشتہ مانگ لیا۔ اس طرح دیر سے سہی میرا گھر بس گیا اور والدین کی فکر ہٹی۔ سوچتی ہوں منزہ تو آج جیسی تیزی زندگی گزار رہی ہے مگر ہم بہنوں کے رشتے میں کتنے کانٹے بکھیر گئی ہے اور یہ سب اس کارن ہوا کہ ہم ایک چھوٹے سے شہر میں رہتے تھے۔ بڑے شہر میں پڑھے لکھے گھرانوں میں بھی اب لڑکے اور لڑکی کی مرضی کو شادی کو اہمیت دی جاتی ہے اور پسند کی شادی اب اتنی بڑی خطا نہیں رہی کہ جس کی سزا تمام خاندان کی لڑکیوں کو بھگتنی پڑے۔"]